OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com

Imam Bukhari's Principles of Argumentation in Tarajim al-Abwab: An Analytical Study of the Interconnection Between Quranic Verses and Ahadith

تراجم الابواب میں امام بخاری کے اصولِ استدلال: قرآنی آیات اور احادیث کے باہمی ربط کا تحقیقی جائزہ

Muhammad Faisal
Ph.D Scholar, Department of Islamic and Religious Studies,
Hazara University, Mansehra, KP, Pakistan /
Assistant Professor, Islamiyat GDC Balakot, KP, Pakistan
Email: mmfaisal1978@gmail.com

Prof. Dr. Nasir Ud Din Nasir
Professor, Department of Islamic and Religious Studies,
Hazara University, Mansehra, KP, Pakistan
Email: naasiraust@gmail.com

Received on: 28-10-2025 Accepted on: 10-11-2025

Abstract:

The compilation of Sahih al-Bukhari stands as a monumental achievement in Islamic intellectual history, revered universally as the most authentic work after the Holy Quran. However, the true intellectual genius of Imam Muhammad ibn Ismail al-Bukhari lies not merely in the rigorous authentication and collection of prophetic traditions, but deeply within his chapter headings, known as Tarajim al-Abwab. These headings function as intricate legal arguments and jurisprudential deductions (Istinbat al-Fiqh), serving as a vital bridge between raw scriptural data and dynamic legal theory. This research paper investigates the methodological contours of Imam Bukhari's principles of argumentation, specifically focusing on how he interrelates Quranic verses, prophetic traditions (Ahadith), companion reports (Athar), and established legal maxims. Employing a qualitative, analytical, and comparative methodology, this study systematically dissects the classification of Tarajim, exploring how Imam Bukhari utilizes Quranic verses as primary premises and supports them with nuanced textual evidence. By engaging critically with classical monumental commentaries—such as Fath al-Bari by Ibn Hajar al-Asqalani, Umdat al-Qaruby Badr al-Din al-Ayni, Sharh Ibn Battal, alongside foundational legal and rational texts like Usul al-Shashi and Al-Mustasfa by Al-Ghazali—this paper illuminates the sophisticated harmonization techniques employed by Imam Bukhari. The findings demonstrate that his Tarajim transcend descriptive categorization, operating instead as active, independent legal propositions that engage in a continuous dialogue with diverse early and classical jurisprudential schools (Hanafi, Shafi'i, and Maliki), thereby solidifying his independent Mujtahid status and offering profound methodological relevance for contemporary Islamic legal thought.

Keywords: Imam Bukhari, Tarajim al-Abwab, Istinbat al-Fiqh, Principles of Argumentation, Sahih al-Bukhari, Comparative Jurisprudence, Maqasid al-Shariah.

مقدمہ

علومِ اسلامیہ کی ہمہ گیر تاریخ میں تدوینِ حدیث اور تفقہ فی الدین کا مرحلہ فکری ارتقاء کا انتہائی زریں اور اساسی باب ہے۔ اس فکری افق پر امام محمد بن اسماعیل البخاری (متوفی ۲۵۶ھ) کی شخصیت اور ان کی مایہ ناز تصنیف "الجامع الصحیح" کو جو رفعت، قبولِ عام اور مرکزی حیثیت حاصل ہے، وہ مسلمہ ہے[i]۔ امتِ مسلمہ کے اجماعِ تامہ نے اسے "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" قرار دیا ہے[ii]۔ عام طور پر امام بخاریؒ کو صرف فنِ حدیث کے ایک بے مثال ناقد، جلیل القدر حافظ اور اسانید کے ماہر کے طور پر یاد کیا جاتا ہے، جن کے حفظ و ضبط پر چودہ صدیوں کا فکری تسلسل متفق ہے۔ تاہم، صحیح بخاری کے سطحی مطالعے سے آگے بڑھ کر جب اس کے عمیق فکری ڈھانچے، اسانید کی بندش اور بالخصوص "تراجمِ ابواب" کا عمیق مطالعہ کیا جاتا ہے، تو امام بخاریؒ کی شخصیت کا ایک اور جہانِ روشن آشکار ہوتا ہے، جو ایک بلند پایہ فقیہ، متبحر مجتہد، اصولِ فقہ کے ماہر اور باریک بین شارحِ قرآن کا ہے[iii]۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں احادیث کو محض ایک بے ربط یا موضوعاتی ذخیرے کے طور پر جمع نہیں کیا، بلکہ ہر باب کا عنوان قائم کرتے وقت انہوں نے جس فقہی بصیرت، استنباطی قوت اور کلامی غور و فکر کا مظاہرہ کیا ہے، اس نے صحیح بخاری کو حدیث کی کتاب کے ساتھ ساتھ فقہ و اجتہاد اور اصولِ استدلال کا بھی ایک بے مثال انسائیکلوپیڈیا بنا دیا ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک یہ امر مسلمہ ہے کہ "فقہ البخاری فی تراجمہ" (امام بخاری کی اصل فقہ ان کے تراجم میں پوشیدہ ہے) [iv] ۔ امام بخاریؒ نے اپنے تراجمِ ابواب کے انتخاب اور وضع میں جس دقتِ نظر اور علمیت کا ثبوت دیا ہے، اس کی نظیر اسلامی علمی تاریخ میں مشکل سے ملتی ہے۔ تاریخی روایات کے

مطابق انہوں نے مدینۃ الرسولﷺ میں روضۂ رسولﷺ اور منبرِ رسولﷺ کے درمیان "ریاض الجنتہ" میں بیٹھ کر ان تراجم کو تحریر کیا اور ہر ترجمۃ الباب کے قیام سے قبل غسل کر کے دو رکعت نفل ادا کیے اور اللہ تعالی سے استخارہ و استمداد کیا[۷]۔ اس غایت درجے کی احتیاط اور روحانی وابستگی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے تراجم محض عنوانات نہیں رہے بلکہ ایک مستقل فقہی دلیل، دعوٰی اور استنباطی مقولے کی حیثیت اختیار کر گئے، جن کے ذریعے وہ قاری کو ایک خاص فقہی نتیجے تک پہنچاتے ہیں۔

زیرِ نظر تحقیقی مقالے کا بنیادی موضوع "تراجم الابواب میں امام بخاری کے اصولِ استدلال: قرآنی آیات اور احادیث کے باہمی ربط کا تحقیقی جائزہ" ہے۔ اس مقالے میں اس امر کا تفصیلی جائزہ لیا جائے گا کہ امام بخاریؒ باب قائم کرتے وقت قرآنی آیات، احادیث، آثارِ صحابہ اور فقہی قواعد کے درمیان کس طرح مربوط فکری پل بناتے ہیں، اور ان کے استنباط اور استدلال کے بنیادی اصول کیا ہیں۔ استدلال کا یہ منہج محض لفظی موافقت کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ نصوص کے بین السطور، مقاصدِ شریعت، عللِ احکام اور تطبیقی قرائن کا ایک ایسا حسین امتزاج ہے جو امام بخاریؒ کو دیگر محدثین سے ممتاز کرتا ہے۔

جائزۂ ادبیات

صحیح بخاری کے تراجمِ ابواب اور ان کے تحت پنہاں اصولِ استدلال پر سلف سے لے کر خلف تک علماء نے گراں قدر کام کیا ہے۔ تراجمِ ابواب کی پیچیدگی اور ان کی گہرائی نے ہر دور کے محققین کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ اس موضوع پر سب سے پہلے جن لوگوں نے قلم اٹھایا، ان میں ساتویں صدی ہجری کے نامور عالم امام ناصر الدین ابن المنیر الاسکندرانی (متوفی ۶۸۳ھ) کا نام سرفہرست ہے، جنہوں نے "المتواری علی ابواب البخاری" تصنیف کی اور

صحیح بخاری کے تقریباً چار سو مشکل ترین تراجم کو حل کرنے کی سعیِ جمیل کی[vi]۔ انھوں نے تراجم کے مخفی مقاصد اور استدلال کی نوعیت کو واضح کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اسی سلسلے کی دوسری اہم ترین کڑی امام ابو عبد اللہ محمد بن رشید الفہری السبتی (متوفی ۷۲۱ھ) کی کتاب "ترجمان التراجم" ہے، جو تراجم ابواب کے اصول اور اسالیب پر ایک مبسوط اور عالمانہ کاوش ہے[vii]۔

شارحینِ بخاری نے اپنی شروحات میں اس مباحث کو توسیعی تناظر میں زیرِ بحث لایا ہے۔ علامہ بدر الدین عینی (متوفی ۸۵۵ھ) نے اپنی شہرہ آفاق شرح "عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری" میں ہر ترجمۃ الباب کی ماقبل باب سے مناسبت (وجہ مناسبت)، غرض الترجمۃ، اور مطابقتِ حدیث مع الترجمہ کو بیان کرنے کا التزام کیا ہے، جو حنفی نقطۂ نظر سے تراجم کی تحلیل اور استدلال کے منہج کا ایک شاہکار ہے[viii]۔ اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) نے "فتح الباری بشرح صحیح البخاری" کے دیباچے یعنی "ھدی الساری مقدمہ فتح الباری" میں امام بخاریؒ کے اسالیبِ تراجم کو گیارہ اقسام میں تقسیم کیا ہے اور پوری شرح میں تراجم کے تحت موجود مخفی ربط اور استنباطی استدلال کو اجاگر کیا ہے[ix]۔ مالکی مکتب فکر کی ترجمانی کرتے ہوئے امام ابن بطال (متوفی ۴۴۹ھ) نے "شرح ابن بطال" میں احادیث اور تراجم کے فقہی ربط کو بہت عمدگی سے واضح کیا ہے[x]۔

برصغیر پاک و ہند کے علمائے راسخین نے بھی اس میدان میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی ۱۱۷۴ھ) کا رسالہ "شرح تراجم ابواب صحیح البخاری" ایک جامع اور فکری دستاویز ہے جس میں انھوں نے امام بخاریؒ کے چودہ بنیادی اسالیب کو ضبط کیا ہے[xi]۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی (متوفی ۱۳۳۹ھ) نے "الابواب والتراجم" کے نام سے ایک

رسالہ تحریر کیا جس میں امام بخاریؒ کی صناعت کے پندرہ اصولوں کو بیان کیا[xii]۔ اس باب میں سب سے آخری اور جامع ترین علمی شاہکار شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی (متوفی ۱۴۱۴ھ) کی چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل کتاب "الابواب والتراجم لصحیح البخاری" ہے، جس میں انھوں نے تمام سابقہ اصولوں کو یکجا کرتے ہوئے ستر (۷۰) اصولوں اور اسالیب کا استقصاء کیا ہے اور صحیح بخاری کے ہر ترجمے پر تفصیلی بحث کی ہے[xiii]۔ اصولِ فقہ کے تناظر میں جب ہم امام غزالی کی "المستصفیٰ" اور اصولِ شاشی کے مراجع کا مطالعہ کرتے ہیں، تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ امام بخاریؒ کے تراجم میں استدلال کی وہی منطقی اور اصولِ فقہی بنیادیں کارفرما ہیں جو بعد میں اصولِ فقہ کے مدونین نے ضابطہ بند کیں[xiv]۔

موجودہ تحقیقی مقالہ ان تمام کلاسیکی اور عصری کاوشوں کو بنیاد بناتے ہوئے خصوصی طور پر قرآنی آیات اور احادیث کے باہمی ربط کے تناظر میں ایک نیا تجزیاتی فریم ورک فراہم کرتا ہے، جہاں ہم یہ دیکھیں گے کہ امام بخاریؒ نصوص کو جوڑنے کے لیے کون سے استدلال اصول استعمال کرتے ہیں۔

نظریاتی فریم ورک اور اصولِ استدلال

امام بخاریؒ کے تراجمِ ابواب اور اصولِ استدلال کا فہم حاصل کرنے کے لیے ان کے نظریاتی فریم ورک کو سمجھنا ناگزیر ہے۔ امام بخاریؒ کا منہجِ استدلال محض ظاہریت یا روایتی نقل پر مبنی نہیں ہے، بلکہ یہ دراصل قرآن و سنت کے مابین گہرے فقہی ربط، استقراءِ تام ، اور مقاصدِ شریعت کی پاسداری پر مبنی ہے۔

اصولِ فقہ کی روشنی میں استدلال کی مختلف قسمیں ہیں (جیسے دلالۃ النص، اشارۃ النص، اقتضائے نص، اور مفاہیمِ مخالف و موافق)، اور امام

بخاریؒ اپنے تراجم میں ان تمام عقلی و نقلی مسالک کا استحضار کرتے ہیں۔
ان کے تراجم کو بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے: **تراجم ظاہرہ** اور **تراجم خفیہ**[xv]۔ تراجم ظاہرہ وہ ہیں جہاں ترجمہ (دعوٰی) اور اس کے تحت لائی گئی حدیث (دلیل) کے درمیان مطابقت بالکل ظاہر اور صریح ہوتی ہے[xvi]۔ اس کے برعکس، تراجم خفیہ وہ ہوتے ہیں جہاں دلالت صریح نہیں ہوتی، بلکہ ایک گہرے فقہی غور و فکر، اشارۃ النص، یا کسی خارجی قرینہ کی محتاج ہوتی ہے[xvii]۔ امام بخاریؒ اکثر تراجمِ خفیہ کے ذریعے اپنے تبحرِ علمی اور اجتہادی بصیرت کا اظہار کرتے ہیں، جہاں وہ بظاہر غیر متعلق معلوم ہونے والی احادیث سے دقیق فقہی احکام کشید کرتے ہیں۔
اس کے علاوہ، امام بخاریؒ کے ہاں **تراجم مجردہ** کا اسلوب بھی پایا جاتا ہے، یعنی ایسے تراجم جن کے تحت کوئی مسند حدیث ذکر نہیں کی جاتی بلکہ صرف کوئی قرآنی آیت، اثرِ صحابی یا قولِ تابعی درج کر کے استنباط کر لیا جاتا ہے[xviii]۔ ان کا استنباطی فریم ورک اس اصول پر کھڑا ہے کہ "حدیثِ رسول خود قرآن کی سب سے بہترین تفسیر ہے"، اور صحابہ کرامؓ کا فہم اس تفسیر کی عملی تعبیر ہے۔ امام غزالیؒ نے "المستصفیٰ" میں اور صاحبِ "اصولِ شاشی" نے دلائل کی حجیت پر جو بحثیں کی ہیں، ان کی عملی تصویر امام بخاریؒ کے تراجم میں دکھائی دیتی ہے، جہاں وہ استقراء کے ذریعے جزئیات سے کلی قواعد اخذ کرتے ہیں[xix]۔

امام بخاری کے استدلال کا تعارف اور تراجم الابواب کی اقسام

امام بخاریؒ کے استدلال کی بنیاد اس مسلمہ اصول پر ہے کہ شریعت کا کوئی بھی جزو دوسرے جزو سے متصادم نہیں ہو سکتا، اور احادیثِ نبویہ دراصل کتاب اللہ کی تشریح و تبیین ہیں۔ آپ کا استدلال محض اسانید کی صحت تک محدود نہیں ہے، بلکہ متن کے فہم، سیاق و سباق، اور علتِ حکم

کی تلاش پر محیط ہے۔ امام بخاریؒ کے تراجم ابواب دراصل ان کے تفصیلی استدلال کا خلاصہ ہوتے ہیں۔ ترجمۃ الباب بمنزلہ "دعوٰی" کے ہوتا ہے، اور اس کے تحت لائی جانے والی احادیث، آیات یا آثار بمنزلہ "دلیل" کے ہوتے ہیں[xx]۔

تراجم ابواب کی اقسام اور ان کے طرقِ اثبات کے لحاظ سے امام بخاریؒ کا منہج انتہائی منضبط ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اور دیگر محققین نے تراجم کی جو تقسیم کی ہے، اس کے مطابق ان کی درج ذیل اہم اقسام ہیں:

1. **تراجم شارحہ:** وہ تراجم جو حدیث الباب کی شرح، تقیید، یا اجمال کی تفصیل ہوتے ہیں[xxi]۔
2. **تراجم دعاوی:** وہ تراجم جن میں ایک مستقل فقہی دعویٰ پیش کیا جاتا ہے اور دلائل سے اس کا اثبات کیا جاتا ہے[xxii]۔
3. **تراجم مجردہ:** وہ تراجم جن کے تحت کوئی مسند حدیث نہیں لائی جاتی بلکہ صرف قرآنی آیت یا اثر پر اکتفا کیا جاتا ہے[xxiii]۔ اس کی مزید اقسام ہیں جیسے تراجم مجردہ غیر محضہ اور تراجم مجردہ محضہ[xxiv]۔

امام بخاریؒ ان تراجم کو ثابت کرنے کے لیے مختلف طرقِ استدلال استعمال کرتے ہیں، جن میں دلالتِ عامہ، دلالتِ خاصہ، قیاسِ جلی، اور بطریق الاولویہ استدلال سرفہرست ہیں۔ جب کسی حکم میں صریح نص موجود نہ ہو، تو آپ قرآنی آیات اور احادیث کے اشارات سے وہ حکم استنباط کرتے ہیں جو آپ کی اصولی پختگی کا غماز ہے۔

قرآنی آیات سے استدلال اور باہمی ربط کا منہج

امام بخاریؒ کا ایک امتیازی اسلوب یہ ہے کہ وہ اپنے تراجمِ ابواب کی بنیاد براہِ راست قرآنی آیات پر رکھتے ہیں[xxv]۔ وہ اس امر کے قائل ہیں کہ حدیث کا سب سے پہلا اور بڑا مراجع قرآن مجید ہے، اور رسول اللہﷺ کے افعال و اقوال اسی قرآن کی عملی تعبیر ہیں۔ کتاب الجمعہ، کتاب الایمان، کتاب العلم اور

کتاب الزکوٰۃ کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام بخاریؒ کس طرح قرآنی آیات کو ترجمۃ الباب بناتے ہیں اور پھر احادیثِ نبویہ کو اس آیت کی تائید یا تفسیر میں پیش کرتے ہیں[xxvi]۔

مثال کے طور پر، کتاب الجمعہ کا آغاز کرتے ہوئے امام بخاریؒ نے ترجمہ قائم کیا:

باب فرض الجمعة لقول الله تعالى: {إذا نودي للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله وذروا البيع...}[xxvii]

یہاں امام بخاریؒ نے سورۃ الجمعہ کی آیت کو ترجمہ بنا کر یہ استدلال کیا کہ جمعہ کی فرضیت کا اصل مدار اس مدنی آیت پر ہے، اور اس کی فرضیت کا زمان ہجرت کے بعد کا ہے۔ اس استدلال کے ذریعے آپ نے ان فقہاء کے موقف کی تردید کی جو مکہ میں جمعہ کی فرضیت کے قائل تھے[xxviii]۔ اس کے بعد آپ نے جو احادیث ذکر کیں، وہ اس بات کا ثبوت فراہم کرتی ہیں کہ نبی کریمﷺ نے مدینہ منورہ میں اس حکم کے نفاذ کے بعد کس طرح جمعہ کا اہتمام فرمایا۔ قرآنی آیت اور حدیث کا یہ باہمی ربط اس بات کا مظہر ہے کہ امام بخاریؒ احکامِ شرعیہ کے استنباط میں سب سے پہلے نصِ قطعی (قرآن) کو بنیادی سند بناتے ہیں اور پھر سنت کو اس کی تشریح کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

احادیث کے ذریعے باب کی تائید اور تطبیقِ ادلہ

امام بخاریؒ کے استدلال کا دوسرا اہم ترین پہلو احادیث کے ذریعے باب کی تائید اور بظاہر متعارض احادیث کے درمیان تطبیق پیدا کرنا ہے۔ جب امام بخاریؒ کوئی ترجمۃ الباب قائم کرتے ہیں، تو بسا اوقات اس کے تحت ایک سے زیادہ احادیث لاتے ہیں جن کے ظاہری الفاظ میں تعارض محسوس ہوتا ہے[xxix]۔ ایسے موقع پر امام بخاریؒ کا استدلال فقیہِ مجتہد کی شان کا حامل ہوتا ہے، جہاں وہ روایات کو رد کرنے کے بجائے ان کے درمیان تطبیق کی راہیں نکالتے ہیں۔

مثال کے طور پر، غسلِ جمعہ کے حکم کے بارے میں آپ نے ترجمہ قائم کیا:

باب فضل الغسل يوم الجمعة[xxx]

جبکہ بعض احادیث میں غسلِ جمعہ کے بارے میں "واجب" کا لفظ بھی آیا ہے (**غسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم**)[xxxi]. امام بخاریؒ نے اپنے استنباط کے اصول کے تحت ان روایات کو جمع کیا اور یہ ثابت کیا کہ یہاں وجوب سے مراد تاکیدِ مستحب ہے نہ کہ فرضیتِ حتمی، کیونکہ دیگر روایات میں اس کے عدم وجوب پر بھی قرائن موجود ہیں۔ اس طرح آپ نے احادیث کے درمیان تعارض کو ختم کر کے ایک اعتدال پسند اور دلائل پر مبنی فقہی نتیجہ نکالا[xxxii]۔ امام غزالیؒ نے "المستصفیٰ" میں تعارضِ ادلہ کے وقت تطبیق اور ترجیح کے جو اصول بیان کیے ہیں، امام بخاریؒ عملی طور پر انہی اصولوں کی سب سے بہترین مثال پیش کرتے ہیں[xxxiii]۔

اختلافی فقہی مسائل میں امام بخاری کا منہج

فقہ اسلامی کی تاریخ میں مختلف مکاتبِ فکر (احناف، شوافع، مالکیہ، حنابلہ) کے درمیان فروعی مسائل میں اجتہادی اختلاف ایک فطری امر ہے۔ امام بخاریؒ چونکہ خود ایک بلند پایہ مجتہدِ مطلق تھے، اس لیے اختلافی مسائل میں ان کا اپنا ایک مستقل منہج اور رجحان رہا ہے۔ جب آپ کسی ایسے مسئلے پر باب قائم کرتے ہیں جس میں ائمہ فقہاء کا اختلاف ہو، تو آپ کا اسلوب دو طرح کا ہوتا ہے:

1. بسا اوقات آپ ترجمۃ الباب میں کوئی قطعی یا حتمی حکم صادر کرنے کے بجائے امر کو مطلق چھوڑ دیتے ہیں یا استفہامیہ انداز اختیار کرتے ہیں، تاکہ تمام مسالک کی گنجائش باقی رہے[xxxiv]۔

2. بعض اوقات آپ اپنے دلائل کی پختگی اور صحتِ سند کی بنیاد پر انتہائی فیصلہ کن انداز میں ترجمۃ الباب قائم کرتے ہیں اور مخالف مسلک پر بھرپور دلائل سے تنقید کرتے ہیں[xxxv]۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے "انعام الباری" اور دیگر تعلیقات میں اس امر کو واضح کیا ہے کہ امام بخاریؒ کے بعض استدلالات امام شافعیؒ کے موافق ہوتے ہیں، تو بعض مقامات پر آپ حنفی فقہاء یا دیگر ائمہ کے دلائل کو تقویت دیتے ہیں [xxxvi]۔ مثال کے طور پر، نمازِ جمعہ کے وقت کے آغاز کے بارے میں آپ کا یہ ترجمہ: باب وقت الجمعة إذا زالت الشمس اس بات کا غماز ہے کہ آپ زوال سے قبل جمعہ کے جواز کے قائلین (جیسے امام احمد کا ایک قول) کے مقابلے میں جمہور (احناف، شوافع، مالکیہ) کے اس موقف کو حتمی مانتے ہیں کہ جمعہ کا وقت ظہر ہی کا وقت ہے[xxxvii]۔ یہ استدلال اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ روایات کی صحت اور سند کے درجات کو سامنے رکھتے ہوئے فقہی ترجیحات طے کرتے ہیں۔

معاصر علمی افادیت اور عصری اطلاق

امام بخاریؒ کے تراجمِ ابواب میں مضمر یہ اصولِ استدلال اور قرآنی آیات و احادیث کا باہمی ربط عصرِ حاضر کے قانونی، فقہی اور فکری مسائل کے حل کے لیے ایک زبردست بنیاد فراہم کرتا ہے۔ آج کے دور میں جب انسانی معاشرہ تیز رفتار سائنسی، معاشی اور معاشرتی تبدیلیوں سے گزر رہا ہے، اور نئے نئے فقہی نوازل جنم لے رہے ہیں، تو نصوصِ شرعیہ سے احکام کشید کرنے کے لیے اسی اصولی اور استنباطی منہج کی ضرورت ہے۔

عصرِ حاضر میں اسلامی بنکنگ، میگا سٹیز کے مسائل، کارپوریٹ سیکٹر میں عبادات کے اوقات، اور خاندانی قوانین جیسے پیچیدہ موضوعات پر فتاویٰ اور قانون سازی کرتے وقت، اگر مفتیانِ کرام اور محققین امام بخاریؒ کے اس

منہج کو اپنائیں—جس میں قرآن کو اصلِ اول مان کر حدیث کو اس کی شرح بنایا جاتا ہے اور نصوص کی روح کو ملحوظ رکھا جاتا ہے—تو فکری انتشار سے بچا جا سکتا ہے[xxxviii]۔امام بخاریؒ کا یہ اسلوب ہمیں سکھاتا ہے کہ نصوص کو ان کے سیاق و سباق، مقاصدِ ، اور انسانی مصالح کے پیشِ نظر کس طرح نافذ کیا جانا چاہیے۔

تنقیدی جائزہ

امام بخاریؒ کے اس فکری، استدلال اور استنباطی نظام کا جب تنقیدی جائزہ لیا جاتا ہے، تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ ان کے تراجم اور استدلال کی گہرائی بعض اوقات حد درجہ پیچیدگی کا شکار ہو جاتی ہے۔ ان کے "تراجمِ خفیہ" اور ان کے تحت لائے گئے دلائل اتنے باریک ہوتے ہیں کہ بڑے بڑے شارحین (جیسے ابن بطال، ابن المنیر، عینیؒ، اور ابن حجرؒ) کو ان کی مراد متعین کرنے میں طویل توجیہات اور تکلفات کا سہارا لینا پڑتا ہے[xxxix] بسا اوقات ایک ہی حدیث کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے مختلف ابواب میں لانا اور ہر جگہ نیا ترجمہ قائم کرنا حدیث کے مجموعی سیاق و سباق کو متاثر کرتا ہے، جس پر بعض متاخرین نے مباحث بھی کی ہیں[xl]۔

تاہم، ان تنقیدی پہلوؤں کے باوجود، اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ امام بخاریؒ کا یہ اسلوب مجتہدانہ جرات اور علمی استقلال کی معراج ہے۔ انہوں نے حدیث کو فقہ سے الگ کرنے کے اس نظریے کو یکسر مسترد کر دیا جو بعد میں بعض ظاہر پرستوں نے اپنایا، اور یہ ثابت کر دیا کہ حدیث اور فقہ ایک ہی حقیقت کے دو رخ ہیں، جہاں روایت اور درایت کا حسین امتزاج ہی اصل دین ہے۔

نتیجہ

بحثِ بالا کا خلاصہ یہ ہے کہ "الجامع الصحیح" کے تراجمِ ابواب اور ان میں پنہاں اصولِ استدلال اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ امام بخاریؒ محض ایک محدث نہیں بلکہ اسلام کے ایک جلیل القدر فقیہ، مفسر اور مجتہدِ مطلق تھے۔ انہوں نے باب قائم کرتے وقت قرآنی آیات، احادیثِ نبویہ، آثارِ صحابہ اور فقہی قواعد کے درمیان جو عمیق اور منطقی ربط پیدا کیا ہے، وہ اسلامی قانون کا ایک انمول اور لازوال خزانہ ہے۔ آپ نے نصوص کو ان کے حقیقی مقاصد اور سیاق و سباق کے ساتھ جوڑ کر امت کے سامنے استدلال کا ایک ایسا مینارِ نور کھڑا کیا ہے جو تاقیامت آنے والے محققین اور فقہاء کی رہنمائی کرتا رہے گا۔ صحیح بخاری کے یہ تراجم دراصل قرآن فہمی اور فہمِ سنت کی وہ کلید ہیں جن کے بغیر حدیث کے اسرار و رموز تک رسائی ناممکن ہے۔

حواشی و حوالہ جات

---

[i] محمد فیصل، امام بخاریؒ کی قرآنی بصیرت تراجم ابواب صحیح بخاری کے تناظرمیں (تحقیقی مطالعہ) (مانسہرہ: شعبہ علوم اسلامیہ، ہزارہ یونیورسٹی، ۲۰۱۸ء)، ص ۳۵۔

[ii] احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، فتح الباری بشرح صحیح البخاری (بیروت: دار المعرفہ، ۱۳۷۹ھ)، ج ۱، ص ۹۔

[iii] بدر الدین محمود بن احمد العینی، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۱ء)، ج ۱، ص ۲۴۔

[iv] ابن حجر العسقلانی، ہدی الساری مقدمہ فتح الباری (بیروت: دار المعرفہ، ۱۳۷۹ھ)، ص ۱۴۔

[v] ایضاً، ص ۶۶۳۔

[vi] ناصر الدین ابن المنیر الاسکندرانی، المتواری علی ابواب البخاری (کویت: مکتبۃ المعلا، ۱۴۰۷ھ)، ص ۱۲۔

[vii] محمد بن رشید الفہری السبتی، ترجمان التراجم (دمشق: دار القلم، ۱۹۹۴ء)، ص ۴۵۔

[viii] العینی، عمدۃ القاری، ج ۱، ص ۳۸۔

[ix] ابن حجر العسقلانی، ہدی الساری، ص ۱۵۔

[x] علی بن خلف ابن بطال، شرح صحیح البخاری لابن بطال (ریاض: مکتبۃ الرشید، ۱۴۲۳ھ)، ج ۱، ص ۵۰۔

[xi] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، رسالہ شرح تراجم ابواب صحیح البخاری (لاہور: مکتبہ رحمانیہ)، ص ۱۰۔

[xii] محمود حسن دیوبندی، الابواب والتراجم (دیوبند: مکتبہ رحیمیہ)، ص ۱۸۔

[xiii] محمد زکریا کاندھلوی، الابواب والتراجم لصحیح البخاری (بیروت: دار البشائر الاسلامیہ، ۲۰۱۲ء)، ج ۱، ص ۵۵۔

[xiv] ابو حامد محمد بن محمد الغزالی، المستصفیٰ من علم الاصول (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۳ء)، ص ۸۵۔

[xv] ابن حجر العسقلانی، فتح الباری، ج ۱، ص ۱۵۔

[xvi] ایضاً، ج ۱، ص ۱۶۔

[xvii] العینی، عمدۃ القاری، ج ۱، ص ۴۰۔

[xviii] محمود حسن دیوبندی، الابواب والتراجم، ص ۱۴۔

[xix] علاء الدین الحسین بن علی الشاشی، اصول الشاشی (کراچی: دار الإشاعت، ۲۰۰۴ء)، ص ۴۲۔

[xx] محمد فیصل، امام بخاریؒ کی قرآنی بصیرت، ص ۹۸۔

[xxi]محمد بن عبد الهادی السندی، حاشیہ علی صحیح البخاری (قاہرہ: دار السنہ، ۱۹۹۵ء)، ج ۱، ص ۵۶۔

[xxii] ابن حجر العسقلانی، هدی الساری، ص ۱۸۔

[xxiii] محمود حسن دیوبندی، الابواب والتراجم، ص ۱۶۔

[xxiv] ایضاً، ص ۱۷۔

[xxv] محمد فیصل، امام بخاریؒ کی قرآنی بصیرت، ص ۱۰۶۔

[xxvi] ایضاً، ص ۱۱۰۔

[xxvii] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجمعہ، باب فرض الجمعۃ (لاہور: مکتبہ رحمانیہ)، ج ۱، ص ۳۵۰۔

[xxviii] ابن حجر العسقلانی، فتح الباری، ج ۲، ص ۳۵۰۔

[xxix] شاہ ولی اللہ دہلوی، رسالہ شرح تراجم ابواب البخاری، ص ۲۲۔

[xxx] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الغسل، باب فضل الغسل یوم الجمعۃ.

[xxxi] ایضاً، کتاب الجمعۃ، باب فضل الغسل.

[xxxii] العینی، عمدۃ القاری، ج ۵، ص ۱۲۴۔

[xxxiii] الغزالی، المستصفیٰ، ص ۱۱۲۔

[xxxiv] ابن حجر العسقلانی، فتح الباری، ج ۲، ص ۲۴۶۔

[xxxv] ایضاً، ج ۲، ص ۱۴۸۔

[xxxvi] مفتی محمد تقی عثمانی، انعام الباری دروس البخاری (کراچی: مکتبۃ الحرا، ۲۰۰۸ء)، ج ۲، ص ۷۰۔

[xxxvii] ابن حجر العسقلانی، فتح الباری، ج ۲، ص ۳۸۵۔

[xxxviii] محمد زکریا کاندھلوی، الابواب والتراجم، ج ۱، ص ۶۰۔

[xxxix] ابن المنیر، المتواری، ص ۵۰۔

[xl] العینی، عمدة القاری، ج ۵، ص ۱۴۵۔